درر نظامی کی تاریخی، دینی اور سماجی اہمیت

پروفیسر محمد اسلم، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

(ا)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کے مریدوں میں سے امیر حسن علاء سنجری، علی بن محمود جاندار، خواجہ محمد بن مولانا بدرالدین اسحاق اور خواجہ عزیز الدین صوفی نے بالترتیب فوائد الفواد، درر نظامی، انوار المجالس اور تحفۃ الابرار و کرامۃ الاخیار کے عنوانات سے اپنے مرشد گرامی کے ملفوظات جمع کیے تھے۔ مؤخر الذکر دونوں بزرگوں کی کاوشیں اب ناپید ہیں۔ امیر حسن علاء سنجری کی تالیف فوائد الفواد کو شہرت دوام ملی ہے۔ ہماری خوش قسمتی سے علی بن محمود جاندار کے جمع کردہ ملفوظات کے دو مخطوطے دریافت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک مخطوطہ سرسالار جنگ میوزیم حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے[1] اور دوسرا نسخہ بوہار کلکشن کلکتہ میں موجود ہے[2]۔ راقم السطور کو بھارت کے آخری سفر کے دوران میں ان

---

[1] مخطوطہ نمبر ۲۶۰/۵۹۹-۶۱۔ مخزونہ سرسالار جنگ میوزیم حیدر آباد، دکن۔

[2] او ٹوگراف نمبر ۲۶۴، سیمینار لائبریری شعبۂ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

دونوں مخطوطوں سے استفادہ کرنے کی سعادت ملی ہے۔

جامع ملفوظات

درر نظامی میں علی بن محمود جاندار نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ سے بیعت ہونے کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے قاضی محی الدین کاشانی کے توسط سے بیعت کی درخواست پیش کی جو منظور ہوئی۔ ان کی دوسری درخواست پر سلطان المشائخ نے انھیں محلوق ہونے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ جامع ملفوظات نے قاضی صاحب کے توسط سے یہ بھی حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ مقروض ہیں اس لئے نوکری ترک نہیں کر سکتے۔ ان کی یہ درخواست بھی منظور ہوئی[۳]

بیعت کے بعد علی بن محمود نے سلطان المشائخ سے قرآن پاک حفظ کرنے کی اجازت مانگی۔ حضرت نے اجازت دیتے ہوئے انھیں یہ نصیحت فرمائی کہ وہ قرآن حکیم کسی اچھے قاری سے ابوعمر عاصم رحمۃ اللہ کی روایت سے پڑھنا سیکھیں[۴]

درر نظامی کے ایک اندراج سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جامع ملفوظات ۱۳ رمضان المبارک ۷۰۸ھ (۱۳۰۸ء) کو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کے حلقۂ مریدی میں داخل ہوا تھا[۵]

علی بن محمود لکھتے ہیں کہ وہ اور مولانا الشیبانی ہر ہفتے حضرت نظام الدین اولیاء

---

[۳] درر نظامی، مخطوطہ سرسالار جنگ میوزیم، ورق ۳۱ ب۔

[۴] ایضاً، ورق ۳۰ ب۔

[۵] ایضاً، ورق ۳۹ ب۔

کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور وہاں جو باتیں سنتے تھے، انھیں نقل کر لیتے تھے[۶]

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس مجموعہ ملفوظات کا نام درر نظامیہ تحریر فرمایا ہے[۷] لیکن مذکورہ بالا دونوں مخطوطوں میں متن میں اس کا نام درر نظامی لکھا ہے[۸]، اس لیے میں اسے ہی صحیح سمجھتا ہوں۔

جامع ملفوظات کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ان کے بارے میں صرف اتنا لکھا ہے کہ موصوف سلطان المشائخ کے مرید تھے اور انھوں نے خلاصۃ اللطائف کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے۔ شیخ محدث نے اس کتاب سے ایک مختصر سی عربی عبارت بھی نقل کی ہے[۹]

درر نظامی کے ایک اندراج سے یہ معلوم ہوا کہ علی بن محمود کا ایک بیٹا مسمی ابوالقاسم تھا جو بچپن میں فوت ہو گیا تھا[۱۰]

درر نظامی کا زمانۂ تالیف

امیر حسن علاء سجزی نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کی ایک مجلس کے

---

۶ ایضاً، ورق ۲ ب۔

۷ خلیق احمد نظامی، "ملفوظات کی اہمیت"، مقالہ مشمولہ نذر عرشی، مطبوعہ دہلی ۱۹۶۵ء، ص ۳۴۶۔

۸ درر نظامی، ورق ۲ الف — "این رسالہ را درر نظامی نام کردہ شد"

۹ عبدالحق محدث، اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ، ص ۹۴-۹۵۔

۱۰ درر نظامی، ورق ۵ ب۔

ملفوظات ۱۳ صفر ۷۱۹ھ کی تاریخ کے تحت درج کیے ہیں۔ یہ مجلس فوائد الفواد کے آخر میں ہے اور درر نظامی کی ابتدا میں۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جس زمانے میں فوائد الفواد قریب الاختتام تھی ان دنوں علی بن محمود درر نظامی کا آغاز کر رہے تھے۔ اس حساب سے اس تصنیفِ دلپذیر میں زیادہ تر مواد فوائد الفواد کی تکمیل کے بعد کا ہونا چاہئے۔

درر نظامی کے مندرجات

درر نظامی میں امام غزالی، جار اللہ زمخشری اور عین القضاۃ کے حوالے ملتے ہیں۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی تصانیف سلطان المشائخ کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ حضرت کو حدیث پر عبور تھا۔ موصوف علمی مباحث میں حدیث سے استدلال کیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود ملفوظات میں کئی موضوع حدیثیں بھی آگئی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شب معراج میں آنحضرتؐ کو بارگاہ ایزدی سے خرقہ ملا تھا۔[۱۱]

بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ

درر نظامی میں بابا فرید کے بارے میں بڑا مواد موجود ہے۔ یہ بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ ان کے کسی سوانح نگار نے اس سے استفادہ نہیں کیا۔ شاید اس کی وجہ درر نظامی کی کمیابی ہو۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں بابا فریدؒ ہانسی میں رہتے تھے۔ جب وہاں ان کی شہرت کا آوازہ بلند ہوا تو انھوں نے نقل مکانی میں ہی عافیت جانی۔ موصوف ہانسی سے اپنے آبائی وطن کوٹھے وال

---

۱۱ ایضاً، ورق ۹۴ ب۔

تشریف لے گئے[12] یہ مجہول سی جگہ تھی اس لئے وہاں معاش کم تھی۔ ملتان نزدیک ہونے
کی وجہ سے بابا صاحب وہاں بھی مستور نہ رہ سکے اس لئے موصوف لاہور چلے گئے۔
ایک بڑا شہر تھا جو آبِ رواں (راوی) کے کنارے آباد تھا۔ اس لئے وہاں ان کا
مشکل تھا۔ اس زمانے میں اجودھن ایک مجہول سا گاؤں تھا اس لئے حضرت وہاں
تشریف لے گئے اور اپنی زندگی کے آخری ۲۴ سال وہیں گذارے[13]

اس ملفوظ سے بابا فریدؒ کا لاہور میں قیام ثابت ہے۔ جس جگہ ان دنوں
ضلع کے دفاتر ہیں، وہاں ان کی رہائش گاہ موجود ہے[14]

حضرت نظام الدین اولیاء سے روایت ہے کہ بابا فریدؒ اپنے مریدوں سے کہا کرتے
تھے کہ پیر مرید کے لئے مشاطہ کا حکم رکھتا ہے۔ بابا صاحب اپنے مریدوں کو کسی شخص
کی امانت اپنے پاس رکھنے سے منع کرتے تھے[15] ایک روز سلطان المشائخ نے
حاضرین مجلس کو بتایا کہ بابا فریدالدینؒ نہ ہی کسی سے اُدھار لیتے اور نہ
ہی مال جمع کرتے تھے۔ اُن کے پاس جو کچھ آتا اسے خرچ کر ڈالتے اور اگر کچھ
نہ آتا تو صبر کرتے تھے۔ بابا فریدؒ اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ فقیر کو اُدھار
نہیں لینا چاہیئے[16]

---

[12] کوٹھے وال پر ملاحظہ کیجئے راقم الحروف کا مضمون 'ماہنامہ المعارف' لاہور، بابت
ماہ جولائی ۱۹۸۳ء۔

[13] درر نظامی، ورق ۹۶ ب۔

[14] نور احمد چشتی، تحقیقات چشتی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴، ص ۲۹۲۔

[15] درر نظامی، ورق ۴۹ ب۔

[16] ایضاً، ورق ۵۹ ب۔

سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ ایک روز بابا فریدؒ نے سماع سننے کی خواہش
...اہر کی۔ اتفاق سے اس روز کوئی قوال وہاں موجود نہ تھا۔ بابا صاحب نے حضرت
...ر الدین اسحاقؒ کو بلا کر کہا کہ وہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ کا خط لائیں۔ موصوف
...زنبیلۂ مکتوبات" اٹھا لائے اور اس میں سے قاضی صاحب کا خط تلاش کر لیا۔ بابا
...ریدؒ نے انھیں حکم دیا کہ وہ کھڑے ہو کر خط پڑھیں۔ جب انھوں نے یہ رباعی
...ڑھی :

آن عقل کجا کہ درکمالِ تو رسد آن رُوح کجا کہ درجلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی زجمال آن دیدہ کجا کہ درجمالِ تو رسد

...و بابا صاحب پر ایسی کیفیت طاری ہو گئی جو تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی۔[۱۱]
سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک بار انھوں نے حجرے کے اندر جھانک کر
...یکھا تو اس وقت بابا فریدؒ ننگے سر تھے اور ان کے چہرے کا رنگ متغیر تھا۔ موصوف
...ار بار یہ رباعی پڑھ رہے تھے :

خواہم کہ ہمیشہ در وفای تو زیم خاکی شوم و بزیر پای تو زیم
مقصود من خستہ زکونین توئی از بہر تو میرم و برای تو زیم

...با صاحب یہ رباعی پڑھ کر سجدہ ریز ہو جاتے اور کچھ دیر بعد کھڑے ہو کر رقص
...رنے لگتے۔

سلطان المشائخ بڑی دیر تک یہ منظر دیکھتے رہے اور پھر ہمت کر کے حجرے
...یں داخل ہو گئے۔ انھوں نے اپنا سر بابا صاحب کے قدموں میں رکھ دیا۔ بابا
...صاحب خدا جانے اس وقت کس عالم میں تھے۔ انھوں نے سلطان جی کو مخاطب

---

[۱۱] ایضاً، ورق ۱۰۲ ب۔

کے فرمایا "بخواہ چہ میخواہی" ۔ انھوں نے فوراً عرض کیا "مَن چیزی از نعمت دینی خواستم"
بابا صاحب نے فرمایا وہ نعمتیں انھیں دی جاتی ہیں ۔ سلطان جی فرماتے ہیں کہ عمر بھر
کے دل میں یہ ملال رہا کہ اس وقت انھوں نے کیوں نہ اس بات کی التجا کی کہ ان
انتقال سماع کے دوران ہو[18]

حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ بابا فریدؒ اپنی مجالس میں عوارف المعارف
حقائق بیان کرتے تھے[19]

قرون وسطیٰ میں سلسلۂ چشتیہ کی خانقاہوں میں عوارف المعارف کا درس معمولات
میں شامل ہو گیا تھا ۔ اس سے اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔
بابا فریدؒ کا تو یہ حال تھا کہ اگر کبھی ان کی طبیعت سماع کی طرف مائل ہوتی اور
قوال میسر نہ آتا تو موصوف اپنے کسی مرید سے عوارف المعارف کی چند سطریں
پڑھوا کر سنتے اور ان پر وجد طاری ہو جاتا ۔

بابا صاحب نے عوارف المعارف کے چند باب سبقاً سبقاً سلطان المشائخ کو پڑھائے
تھے ۔ جن دنوں ان کے ہاں عوارف المعارف کا درس ہو رہا تھا ، بابا صاحب
کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ۔ انھوں نے صاحبِ عوارف المعارف کے نام کی مناسبت
سے اس کا نام شہاب الدین رکھا[20]

جامع ملفوظات نے ایک روز حضرت نظام الدین اولیاء سے یہ سنا کہ بابا فریدؒ
بھی کبھی "ڈولہ" میں سوار ہوا کرتے تھے[21] درر نظامی میں ایک موقع پر "کھچڑی" کا

---

[18] ایضاً ، ورق ۹۹ الف ـــــ "چرا نخواستم کہ در سماع بمیرم"
[19] ایضاً ، ورق ۴۹ الف ۔
[20] حسن علا سجزی ، فوائد الفواد (اردو ترجمہ) ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ ، ص ۱۷۴ ۔
[21] درر نظامی ، ورق ۴۹ الف ۔

ذکر بھی آیا ہے[۲۳]۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں فارسی بول چال میں ہندی الفاظ بلا تکلف بولے جاتے تھے۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص بابا فریدؒ کا مرید ہونے کی خواہش کا اظہار کرتا تو بابا صاحب اُسے فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھنے کو کہتے۔ اس کے بعد اس سے 'امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ ...... الخ پڑھواتے اور پھر اس سے شہد اللہ انہ لا الہ الا ھو اور ان الدین عند اللہ الاسلام کا اقرار کرواتے۔ پھر اس سے کہتے "بیعت کرو مجھ ضعیف سے، مجھ ضعیف کے خواجہ سے اور خواجہ کے خواجہ سے اور اقرار کرو کہ میں اپنے ہاتھ کو روکوں گا بُرے کام سے اور قدم کو روکوں گا بُری جگہ جانے سے اور نگاہ کو قابو میں رکھوں گا نہ دیکھنے والی چیز سے۔" جب مرید اس کا اقرار کرتا تو اس سے یہ بھی عہد لیتے کہ وہ شریعت پر عمل کرے گا۔ پھر اس سے اِن شاء اللہ کہلواتے[۲۴]۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ نے بابا فریدؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انھوں نے اپنی زندگی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمت میں فقط ایک بار جرأت کا مظاہرہ کیا اور ان سے چلّہ کاٹنے کی اجازت مانگی۔ خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایسی باتوں سے درویش کی شہرت ہوتی ہے۔ نیز یہ اُن کے پیروں کا طریقہ نہیں ہے[۲۵]۔ حضرت نظام الدینؒ کے جانشین حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلیفہ خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ کی ایک مجلس میں چلّہ کش

۲۳؎ ایضاً، ورق ۸۶ الف۔

۲۴؎ ایضاً، ورق ۳۸ ب۔

۲۵؎ ایضاً، ورق ۲۸ الف۔

کا ذکر آیا تو موصوف نے حاضرین کو بتایا:

"خواجگان ما در اربعین نہ نشستہ اند"[۲۵]

ان واضح بیانات کی روشنی میں پتہ نہیں چشتیہ سلسلے میں چلہ کشی کیسے داخل ہو گئی بابا فرید کو اُن کے مرشد نے چلہ کشی سے منع کیا تھا، پھر بھی ان کے سوانح نگاروں نے ان کی طرف ایک چلہ منسوب کر دیا ہے جو انھوں نے اُچھ کی ایک مسجد کے کنوئیں میں الٹا لٹک کر کیا تھا[۲۶] مجاورین نے سادہ لوح عقیدت مندوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے صرف لاہور شہر میں خواجہ معین الدین چشتی کی دو چلہ گاہیں کھڑی کر دی ہیں۔ بابا فرید اور خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے بیانات کی روشنی میں ان کی بھلا کیا حقیقت ہے؟

سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ بابا فرید اور ان کے داماد حضرت بدرالدین اسحاق بیٹھ کر اپنے گھٹنے کھڑے رکھتے اور گھٹنوں پر سر رکھ کر مراقبہ کیا کرتے تھے[۲۷]

حضرت نظام الدین سے روایت ہے کہ پہلے بخارا میں شیخ سیف الدین باخرزی کا انتقال ہوا اور اس سانحہ کے تین سال بعد شیخ بہاء الدین زکریا واصل بحق ہوئے۔ حضرت زکریا کی رحلت کے تین سال بعد بابا فرید نے داعی اجل کو لبیک کہا۔[۲۸]

---

[۲۵] محمد اکبر حسینی، جوامع الکلم، مطبوعہ کانپور ۱۳۵۶ھ، ص ۲۳۱۔

[۲۶] عبدالحق محدث، اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ، ص ۵۳۔

— در چاہ مسجد جامع جاج کہ در مقام اُچہ است چلۂ معکوس کشید تا چہل روز

[۲۷] درر نظامی، ورق ۱۵ ب۔

[۲۸] ایضاً، ورق ۱۱۶ الف۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ

درر نظامی میں حضرت نظام الدین اولیاء کے بارے میں بڑا اہم مواد موجود ہے اس کے باوجود یہ تصنیف ان کے سوانح نگاروں کی نظروں سے اوجھل رہی جامع ملفوظات سلطان المشائخ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ان کے ابتدائی زمانے میں ایک روز شیخ نجیب الدین متوکلؒ ان کے ہاں تشریف لائے۔ سلطان جی نے اپنی والدہ ماجدہ سے کہا کہ ان کے لئے کھانا لائیں۔ انھوں نے فرمایا کہ ان کے ہاں کھانا کہاں سے آیا؟ [۲۹]

حضرت نظام الدینؒ نے ابتدائی زمانے میں عسرت کا ایسا دور دیکھا تھا کہ جب اپنے بڑھاپے میں ان کا ذکر کرتے تو ان کا دل بھر آتا تھا۔ موصوف فرماتے ہیں کہ غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت (۱۲۶۶ء تا ۱۲۸۷ء) میں دہلی میں خربوزے اتنے سستے تھے کہ دو جیتل کے ایک من آتے تھے۔ اس کے باوجود فصل کا موسم گذر جاتا تھا اور خربوزے چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ انھوں نے اس کی یہ وجہ بتائی کہ نہ ہی تو خربوزے خریدنے کی ہمت ہوتی تھی اور نہ ہی کوئی شخص بطور تحفہ لاکر دیتا تھا یہ واقعہ بیان کرکے موصوف نے حاضرین مجلس کو بتایا کہ اللہ کے فضل سے ان کے دل میں خربوزوں کی طلب بھی پیدا نہ ہوتی تھی۔ [۳۰]

عسرت کے اسی دور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ ان کے ہاں جس روز فاقہ ہوتا تو ان کی والدہ محترمہ انھیں مخاطب کرکے فرماتیں "آج اللہ کے مہمان ہیں۔" سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ موصوف اپنی والدہ محترمہ

---

[۲۹] ایضاً، ورق ۶ الف۔

[۳۰] ایضاً، ورق ۶۱ الف۔

یہ بات سن کر ہمیشہ ذوق حاصل کرتے اور اس وقت کے منتظر رہتے کہ دیکھئے دوبارہ کب موصوف یہ بات فرماتی ہیں۔ حضرت نے حاضرین کو بتایا کہ اس انتظار سے ان کے دل میں ذوق پیدا ہوتا اور انھیں راحت ملتی [۳۱]

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ درویش کے گھر میں شب فاقہ شب معراج ہوتی ہے [۳۲]

ایک روز سلطان جی نے حاضرین مجلس کو بتایا کہ نوجوانی کے عالم میں موصوف دہلی کی مسجد غیاثی میں جایا کرتے تھے اور ان دنوں وہاں امیر عالم والوالجی وعظ کیا کرتا تھا [۳۳]

جس دن حضرت نظام الدین اولیاء، بابا فریدؒ سے بیعت ہوئے اس روز انھوں نے بابا صاحب سے پوچھا کہ اب وہ تعلّم اختیار کریں یا نوافل میں مشغول ہوجائیں؟ بابا صاحب نے فرمایا کہ وہ انھیں تعلّم سے منع نہیں کرتے لیکن وہ دونوں کام کریں۔ سلطان جی فرمایا کرتے تھے کہ درویش کو ضروری علم آنا چاہئے [۳۴]۔
پنجاب کے مشہور صوفی شاعر سلطان باہو کا قول ہے کہ بے علم فقیر آخر کافر ہوکر مرتا ہے۔

جامع ملفوظات رقمطراز ہیں کہ ایک روز جب وہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت موصوف ــ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

---

[۳۱] ایضاً، ورق ۶۲ ب۔

[۳۲] ایضاً ورق ۶۲ الف۔

[۳۳] ایضاً، ورق ۶۵ ب۔

[۳۴] ایضاً، ورق ۷ ب۔

کی تفسیر بیان فرمارہے تھے اور دوران گفتگو ابن عباسؓ کے حوالے بھی دیتے جاتے تھے۔[35]

علی بن محمود جاندار لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ کسی مرید کی تعظیم کے لئے نہ اٹھتے تھے لیکن جب کبھی قاضی محی الدین کاشانی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضرت ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ آخر عمر میں جب ان کے گھٹنوں میں درد رہنے لگا تو انھوں نے قاضی صاحب سے معذرت کرلی۔[36] اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان کے دل میں علمار کی بڑی قدر تھی اور موصوف اپنے عالم مریدوں کا کھڑے ہوکر استقبال کیا کرتے تھے۔

حضرت بہار الدین زکریاؒ

چشتی بزرگوں کے ملفوظات میں حضرت بہار الدین زکریاؒ اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ کا بار بار ذکر آتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ چشتی حلقوں میں بڑے مقبول تھے۔

ایک روز حضرت نظام الدین اولیارؒ نے حاضرین مجلس کو بتایا کہ حضرت زکریاؒ صرف سترہ روز شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ کی خدمت میں رہے اور اس مختصر سی مدت میں انھوں نے جو فیض اپنے مرشد سے پایا وہ دوسروں نے سالہا سال میں بھی حاصل نہیں کیا۔ جب شیخ الشیوخ نے انھیں خلافت سے نوازا تو شیخ کے پرانے مرید رنجیدہ ہوئے کہ وہ مدتوں سے یہاں پڑے ہیں اور یہ نووارد چند ہی روز میں اتنی بڑی نعمت لے کر جارہا ہے۔ اس پر شیخ الشیوخ نے

---

[35] ایضاً، ورق ۱۰ ب۔

[36] ایضاً، ورق ۲ ب۔

فرمایا کہ وہ گیلا ایندھن لے کر ان کی خدمت میں آئے ہیں اور زکریا چوبِ خشک لے کر آیا تھا جسے ایک ہی پھونک میں آگ لگ گئی[۳۷]

حضرت نظام الدین سے روایت ہے کہ جوانی کے عالم میں حضرت زکریا اپنے چچا کے سامان کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک بار انھیں تجارت میں خسارہ ہوا تو چچا نے انھیں طعنہ دیا جس نے تازیانے کا کام دیا۔ حضرت زکریا تجارت کا شغل چھوڑ کر تحصیل علم کے لئے بخارا تشریف لے گئے اور حصولِ علم کے بعد بغداد میں شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے[۳۸]

حضرت نظام الدین اولیاء سے روایت ہے کہ ناصرالدین قباچہ کے عہد میں منگولوں نے ملتان کا محاصرہ کیا۔ حضرت زکریا نے اسے ایک تیر دے کر کہا کہ رات کے وقت اسے منگولوں کی طرف چلا دیں۔ خدا کا کرنا کہ اسی رات منگول محاصرہ اٹھا کر واپس چلے گئے[۳۹]

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ حضرت بہاء الدین زکریا کے مرید خاص حسن افغان بڑے اونچے پایہ کے بزرگ تھے اور انھیں کشف القلوب ہوتا تھا۔ حضرت زکریا ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ دنیا سے کیا لائے ہیں تو موصوف حسن افغان کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کر دیں گے[۴۰] امیر حسن علاء سنجری نے فوائد الفواد میں یہ واقعہ

---

[۳۷] ایضاً، ورق ۴۶ ب۔
[۳۸] ایضاً، ورق ۸۳ الف۔
[۳۹] ایضاً، ورق ۹۲ ب۔
[۴۰] ایضاً، ورق ۲۳ الف۔

۲۶ شوال ۷۰۸ھ کو منعقد ہونے والی مجلس کے ضمن میں درج کیا ہے۔

ایک روز حضرت نظام الدین اولیاء نے حاضرین مجلس کو بتایا کہ حضرت بہاء الدین زکریا نفلی روزے کم رکھا کرتے تھے لیکن عبادت بکثرت کرتے تھے۔ جب کوئی نفلی روزوں کے بارے میں سوال کرتا تو موصوف یہ آیت پڑھ کر اُسے خاموش کر دیتے:

كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا[۱]

(المومنون: ۵۱)

سلطان المشائخ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ ملتان میں ناصرالدین قباچہ نے مدرسہ قائم کیا تھا۔ قاضی قطب الدین کاشانی وہیں رہتے تھے اور مدرسہ کی مسجد میں امامت بھی فرماتے تھے۔ حضرت زکریا کا یہ معمول تھا کہ فجر کی نماز ان کی اقتدار میں ادا فرماتے۔ ایک روز قاضی صاحب نے ان سے کہا کہ موصوف اتنی دور سے وہاں آنے کی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں؟ حضرت زکریا نے فرمایا کہ وہ اس پر عمل کرتے ہیں:

من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی — جس نے متقی عالم کے پیچھے نماز ادا کی اس نے گویا نبی کے پیچھے نماز ادا کی۔[۲]

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ حضرت زکریا بیمار ہوئے تو ایک اجنبی نے ایک خط لا کر حضرت صدر الدین عارف کو دیا اور ان سے التماس کی کہ اُسے

---

[۱] ایضاً، ورق ۲۷ ب۔

[۲] ایضاً، ورق ۲۲ الف۔

حضرت زکریا کی خدمت میں پیش کر دیں۔ حضرت زکریا نے وہ خط پڑھ کر حاضرین سے کہا "دوستو! ہمارا وقت سفر آگیا ہے" حاضرین ان کی بات سن کر رونے لگے۔ اگلی شب حضرت زکریا بام سے گرے اور اسی صدمے سے ان کا انتقال ہوا[۴۳]

حضرت نظام الدین سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص سیاہ لباس پہن کر حضرت زکریا کے سامنے آتا تو موصوف اسے دیکھ کر فرماتے "یہ کیا شیطان کا لباس پہن کر آگئے ہو"۔[۴۴]

حضرت جلال الدین تبریزیؒ

حضرت نظام الدین اور دوسرے چشتی مشائخ کے ملفوظات میں حضرت جلال الدین تبریزی کا بار بار ذکر آتا ہے۔ ایک دن سلطان المشائخ نے حاضرین مجلس کو بتایا کہ حضرت جلال الدین تبریزی نے جتنی خدمت اپنے مرشد کی کی ہے اتنی کسی مرید نے نہیں کی۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ ہر سال حج کو جایا کرتے تھے۔ ان کا معدہ کمزور تھا اس لئے سرد کھانے سے پرہیز فرماتے تھے۔ حضرت جلال الدین تبریزی اپنے سر پر انگیٹھی رکھ کر شیخ کے ساتھ چلتے کہ پتہ نہیں موصوف کس وقت کھانا طلب فرمالیں[۴۵]۔ ایک روایت ہے کہ کوموں کی گرمی سے ان کے سر پر بال اگنے بند ہو گئے تھے۔

---

۴۳ ایضاً، ورق ۱۲۷ الف۔

شیخ الاسلام بہاء الدین از بام بیفتاد

ہمدران شب برحمت حق پیوست

۴۴ ایضاً، ورق ۸۸ الف۔ [illegible]

۴۵ ایضاً، ورق ۲۹ الف۔

حضرت امیر خسروؒ

جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ امیر خسرو دن بھر کے واقعات اور حالات ماننر رات کے وقت حضرت نظام الدین کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور موصوف یہ واقعات سن کر آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے [۴۶]

علی بن محمود جاندار امیر خسرو کے برادر طریقت تھے اس لئے وہ ان کی عادات سے خوب واقف تھے۔ موصوف امیر خسرو کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ شطرنج کے خوب ماہر تھے [۴۷]

شیخ سنائیؒ

حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ شیخ سنائی کے والد آدم اور سلطان محمود غزنوی کے استاد شیخ شیبہ ہمسائے تھے۔ ایک رات شیخ شیبہ نے خواب میں دیکھا کہ آدم کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جو بہت بڑا عالم اور شاعر ہے۔ اس کے بعد انھوں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور آدم کا بیٹا اللہ تعالیٰ کے حضور میں توحید پر مبنی اشعار پڑھ رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان اشعار کے طفیل غزنی کے تمام باشندوں کو بخش دیا۔ اگلی صبح شیخ شیبہ نے یہ ماجرا شیخ آدم سے بیان کیا۔ کچھ عرصہ بعد شیخ موصوف فوت ہوگئے اور ان کی وفات کے بعد سنائی پیدا ہوئے۔ حضرت نظام الدین سے روایت ہے کہ سنائی ابتدا میں اُمّی محض تھے [۴۸]

---

۴۶ ایضاً، ورق ۴۶ الف ۔

۴۷ ایضاً،

۴۸ ایضاً، ورق ۴۶ ب ، ۴۷ الف

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور خواب کی تعبیر

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ کسی خلیفے نے خواب میں حضرت عزرائیل کو دیکھا اور اس سے سوال کیا کہ اس کی عمر کتنی باقی ہے؟ اس نے پانچ انگلیاں دکھائیں۔ اس سے پانچ دن بھی مراد لئے جاسکتے تھے اور پانچ سال بھی۔ خلیفہ کو اس بارے میں بڑا تردد تھا۔ اس نے حضرت ابوحنیفہؒ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو انھوں نے فرمایا کہ ملک الموت نے یہ نہیں کہا کہ وہ پانچ دن یا پانچ سال اور جیے گا، بلکہ اس نے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ چیزوں کا علم کسی کو نہیں دیا:

إِنَّ اللّٰهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ
وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا
تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ
إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ (لقمان : ۳۴)

خلیفہ یہ تعبیر سن کر خوش ہوا اور امام صاحب کو خلعت دے کر رخصت کیا۔[۴۹]

حضرت نظام الدین کے زمانے میں اس قصے کی نسبت امام ابوحنیفہؒ کی طرف ہوگئی تھی، ورنہ عام طور پر یہی مشہور ہے کہ امام مالکؒ کو خواب میں حضور نبی کریمؐ نے ایسا اشارہ کیا تھا اور انھوں نے امام ابن سیرینؒ سے اس کی تعبیر پوچھی تھی اور انھوں نے وہ جواب دیا تھا جو مذکورہ بالا روایت میں امام اعظم کی طرف منسوب ہے۔

امام ناصرؒ

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ امام ناصرالدین کو سکتہ ہوا تو لوگوں نے انھیں مردہ

---

[۴۹] ایضاً، ورق ۱۰۸ الف۔

سمجھ کر دفن کردیا۔ رات کے وقت قبر میں انھیں ہوش آیا تو انھوں نے سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کردی۔ اتفاق سے اسی وقت ایک کفن چور نے ان کی قبر کھودنی شروع کردی۔ امام صاحب کو جب محسوس ہوا کہ کوئی شخص ان کی قبر کھود رہا ہے تو انھوں نے آواز ہلکی کردی۔ کفن چور نے جب کفن اتارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو امام صاحب اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آئے۔ کفن چور کا مارے دہشت کے پتہ پھٹ گیا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ امام صاحب کو اس کی موت پر بڑا رنج ہوا۔

امام صاحب رات کے اندھیرے میں اپنے گھر کی طرف چلے اور راستے میں موصوف اپنے دل میں یہ سوچ رہے تھے کہ لوگ کہیں ان کو دیکھ کر ڈر نہ جائیں۔ اس لئے موصوف آہستہ آہستہ چھپتے چھپاتے اپنے گھر پہنچے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی کہ وہ فلاں شخص ہیں، انھیں سکتہ ہوگیا تھا اور لوگ انھیں مُردہ سمجھ کر دفن کر آئے تھے حالانکہ وہ زندہ تھے۔ یوں انھوں نے لوگوں کا خوف دور کردیا۔[۱۰]

جامع فوائد الفواد نے یہی واقعہ سات ذی القعدہ ۷۱۸ھ کی مجلس کے ضمن میں درج کیا ہے۔ اس میں یہ بھی درج ہے کہ امام ناصر نے اس واقعہ کے بعد تفسیر ناصری لکھی تھی[۱۱]

شیخ فریدالدین عطارؒ

درر نظامی میں مرقوم ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء ایک ایسے شخص سے ملے جس نے شیخ فریدالدین عطار کو دیکھا تھا۔ اس شخص نے سلطان جی کو

---

[۱۰] ایضاً، ورق ۲۰ ب۔

[۱۱] امیر حسن علا سنجری، فوائد الفواد۔ (اردو ترجمہ) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۱۶۱۔

تایا کہ جب چنگیز خان کا لشکر نیشاپور پہنچا تو شیخ عطار اپنی خانقاہ میں سترہ مریدوں
کے ساتھ قبلہ رُو ہو کر بیٹھ گئے۔ جب منگول وہاں پہنچ کر قتل عام کرنے لگے تو
موصوف نے فرمایا "این چہ تیغ قہار لیست و این چہ تیغ جبار یست"۔ جب
شیخ عطار کے قتل کی باری آئی تو انھوں نے فرمایا "این چہ کرم است و این چہ
احسانست۔"

یہ واقعہ بیان کر کے سلطان المشائخ نے فرمایا کہ سالک کو چاہئے کہ
وہ تمام کام خدا پر چھوڑ دے اور اس کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔
موصوف نے حاضرین مجلس کو بتایا کہ جب منگولوں کا لشکر چنگیز خان کی
قیادت میں نیشاپور پہنچا تو حاکم خراسان نے شیخ عطار سے کہا کہ موصوف
دعا فرمائیں کہ یہ لشکر واپس چلا جائے۔ شیخ موصوف نے فرمایا کہ اب
دعا کا وقت نہیں رہا، اب تسلیم و رضا کا وقت ہے۔

حضرت نظام الدین نے یہ روایت بیان کر کے فرمایا کہ موصوف اس
بات کے قائل ہیں کہ نزولِ بلا کے وقت بھی دعا کی جائے تاکہ اس سے
کم سے کم نقصان پہنچے[۵۲]

نجم الدین صغریٰ

سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ ایک بار خواجہ معین الدین اجمیریؒ
نجم الدین صغریٰ سے ملنے گئے۔ وہ اس زمانے میں شیخ الاسلام کے منصب
پر فائز تھا۔ اس نے خواجہ بزرگ کو دیکھ کر رُخ پھیر لیا۔ انھوں نے اس
بے رُخی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ وہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

---

۵۲ درر نظامی، ورق ۱۶۰ الف۔

سے نالاں ہے۔ درا صل وہ ان کی مقبولیت پر حسد کرتا تھا۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو موصوف انھیں اپنے ساتھ اجمیر لے جاتے ہیں۔ خواجہ بزرگ نے خواجہ قطب الدین سے فرمایا "بابا قطب الدین تم میرے ساتھ اجمیر چلو۔ تم مسند پر بیٹھنا اور میں تمھارے سامنے کھڑا رہوں گا۔" خواجہ قطب الدین نے عرض کیا "اللہ اللہ! میری کیا مجال ہے کہ میں آپ کے سامنے بیٹھوں۔" خواجہ بزرگ نے فرمایا "اچھا تو پھر تم جانو۔" خواجہ صاحب اجمیر روانہ ہوگئے اور اُدھر دہلی میں خواجہ قطب الدین کا انتقال ہوگیا۔[۵۳]

(باقی آئندہ)

---

۵۳ ایضاً، ورق ۴۸ ب۔

حضرت عثمان ذوالنورینؓ

پروفیسر مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی نئی پیش کش!
اس کا مطالعہ کر کے اس سے استفادہ فرماویں۔

۴۴۳ صفحات : قیمت مجلد ریگزین
42/- روپے

مینیجر عمید الرحمٰن عثمانی
ندوۃ المصنفین، اردو بازار دہلی